OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

اسلامی معاشرتی زندگی اور غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ

The Protection of Rights of Non-Muslims in Islamic Societal Life

Dr. Abdul Majid
Assistant Professor / Incharge Department of Studies of Religion, Federal Urdu University for Science and Technology, Karachi.
Email: dr.amajid1970@gmail.com

Dr. Muhammad Irfan
Assistant Professor / Incharge Department of Islamiyat, Federal Urdu University for Science and Technology, Islamabad.
Email: dr.muhammadirfan@fuuast.edu.pk

Shamshir Khan
Islamiyat Teacher, Department of Primary and Secondary Education, KPK.
Email: shamshirkhan604@gmail.com

Received on: 13-07-2024 Accepted on: 14-08-2024

Abstract

Islam encourages harmonious coexistence with non-Muslim citizens living under the supervision of an Islamic government. In an Islamic society, according to Islamic laws, there should be no discrimination between a Muslim and a non-Muslim in terms of the protection of basic rights. Non-Muslims cannot be coerced or forced to accept Islam, nor can there be any negligence in safeguarding their lives and property. From an Islamic perspective, a non-Muslim citizen will have all the rights that a Muslim citizen of an Islamic state enjoys. The objection that Islam does not protect the rights of non-Muslims is unfounded. The purpose of this research paper is to clarify the rights that non-Muslim citizens possess in an Islamic state. In Islamic terminology, those non-Muslim citizens who lived under the administration of an Islamic government are referred as "Dhimmis." The literal meaning of the word "Dhimma" is covenant, guarantee, and protection. These individuals are given the name "Dhimmi" because it signifies a covenant and guarantee from Allah, His Prophet Muhammad (PBUH), and the Muslim community that they will enjoy all their basic rights in an Islamic society. As "Dhimmis," they are considered under the protection and guarantee of the Islamic government.

Keywords: Islam, Non-Muslims, Prophet Muhammad (PBUH), Muslim.

اسلام اسلامی حکومت کی زیر نگرانی زندگی بسر کرنے والے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کی تلقین کرتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں اسلامی قوانین کی رو سے ایک غیر مسلم اور مسلمان میں بنیادی حقوق کے تحفظ کے لحاظ سے کسی بھی قسم کی کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ اسلام قبول کرنے کے لیے کسی غیر مسلم پر جبر اور زبردستی نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کی جان و مال کی حفاظت میں کسی بھی قسم کی

کوتاہی کی جاسکتی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ایک غیر مسلم شہری کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو کہ ایک مسلمان شہری کو اسلامی حکومت کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام پر یہ اعتراض کرنا کہ وہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ نہیں کرتا، ایک نامناسب سی بات ہے۔ اس تحقیقی مقالہ کو لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہری کو جو جو حقوق حاصل ہیں ان کی وضاحت کی جائے۔

اسلامی اصطلاح میں ان شہریوں کو جو اسلامی حکومت کے زیر انتظام شہروں میں زندگی گزار رہے ہوں مگر وہ مسلمان نہ ہوں انہیں "ذمی" کہا جاتا ہے۔ اگر لفظ "ذمۃ" کے لغوی معنی پر بات کی جائے تو اس کے معنی عہد، ضمانت اور امان کے ہیں اور ان لوگوں کو ذمی کا نام دینے کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ اللہ رب العزت، اللہ کے نبی جناب محمد ﷺ اور مسلمانوں کی طرف سے یہ غیر مسلموں کے لیے ایک عہد اور ضمانت ہے کہ انہیں اپنے تمام بنیادی حقوق اسلامی معاشرے میں حاصل ہوں گے اور یہ لوگ اپنے ذمی ہونے کی بناء پر اسلامی حکومت کی امان اور ضمانت میں تصور ہوں گے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی معاشرہ ایک مخصوص عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر قائم ہے مگر اس سے یہ مطلب اخذ کرنا یقیناً غلطی ہے کہ اسلام اسلامی معاشرے میں بسنے والی دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام نے غیر مسلم شہریوں کو جو آزادی دی ہوئی ہے، ان میں سب سے سرفہرست عقیدہ و عبادت کی آزادی ہے۔ کسی بھی شخص کو اس کا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ہر شخص اپنے مذہبی عقیدہ پر پوری طرح کاربند رہ سکتا ہے۔ کسی ذمی پر مسلمان ہونے کے لیے دباؤ ڈالنا اسلامی احکامات کے منافی ہے۔ اس آزادی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر ہے جو اللہ نے قرآن کریم میں دیا ہے کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔[1]

دین میں جبر نہیں ہے، تحقیق ہدایت گمراہی سے واضح ہو گئی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم یہی ہے کہ کسی بھی انسان کو اسلام میں زبردستی داخل نہیں کیا جاسکتا۔[2] یعنی ہر آدمی کو اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ کسی کے ساتھ جبر و اکراہ اور زور زبردستی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔[3]

تو کیا آپ انسانوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔

یعنی کسی کو بھی قبولِ اسلام کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنا مذہب و عقیدہ چھوڑ کر دین اسلام کو قبول کرے۔ قبول اسلام کے معاملے میں جبر نہ کرنے کی ایک بڑی مثال القدس کے رہنے والوں کے ساتھ جناب عمر فاروقؓ کا معاہدہ ہے جو کہ جناب عمر فاروقؓ نے مسلمانوں کے امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے کیا تھا جس میں واضح طور پر یہ شق موجود تھی کہ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے اہل ایلیا کو جانوں و مالوں کے ساتھ پناہ دی، ان کے گرجے، صلیبیں اور تمام مذاہب کے لوگ مسلمانوں کی پناہ میں رہیں گے۔ ان کے گرجاؤں میں نہ تو کوئی

رہائش پذیر ہو گا اور نہ انہیں منہدم کیا جائے گا۔[4]

اسی طرح یہ شق بھی اس معاہدے میں موجود تھی کہ ان کے مذہب کے معاملے میں ان پر زبردستی نہیں کی جائے گی اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ان کی عمارتوں کو توڑا نہیں جائے گا اور نہ ان کی صلیب اور مال کو نقصان پہنچایا جائے گا۔[5]

شریعت اسلامی غیر مسلم شہریوں کو مذکورہ تمام حقوق فراہم کرتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ بہترین حسنِ معاشرت کی تعلیم دیتی ہے اور مسلمانوں کو اس بات کی پابند کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کے ساتھ دشمنی ہونے کے باوجود انصاف کے تقاضوں کو پسِ پشت نہ ڈالا جائے بلکہ انصاف کے تقاضوں کو ہمیشہ پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس بارے میں قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡوَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡوَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔[6]

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے لیے حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کے گواہ بن جاؤ، کسی بھی قوم کی دشمنی تمہیں اتنا نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہ تقویٰ کے بہت قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

اس مذکورہ آیت میں غیر مسلموں کے ساتھ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ضمانت اللہ تعالیٰ خود دے رہے ہیں۔ بلکہ اسلام تو اعلیٰ ترین درجے کی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذمیوں کو ان چیزوں سے بھی منع نہیں کرتا جو چیزیں دینِ اسلام میں حرام ہیں مگر غیر مسلم انہیں اپنے دین میں حلال تصور کرتے ہیں، اسلام نے بہت زیادہ لچک اور اعلیٰ ترین رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر اس چیز کا احترام کیا جو کہ ذمی اپنی مذہبی تعلیمات میں جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی ماں یا بہن سے نکاح کرنا قطعاً ناجائز اور بہت بڑا گناہ ہے مگر اگر کوئی آتش پرست مجوسی اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق اپنی ماں یا بہن سے نکاح کرتا ہے تو اسلام اسے بزور طاقت نہیں روکتا بلکہ اسے اس کے عقیدہ کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات کی رو سے سور کا گوشت حرام ہے لیکن اگر کوئی عیسائی یہ کہے کہ میرے مذہب میں سور کا گوشت حلال ہے تو اسلام اسے کھانے سے نہیں روکتا اگر اسلام چاہتا تو یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ چونکہ تم ذمی ایک مسلم معاشرے میں رہتے ہو، لہذا وہ مسلمانوں کے مذہبی شعائر کا احترام کرتے ہوئے ان چیزوں سے اجتناب کریں مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا جو یقیناً رواداری اور باہمی حسنِ معاشرت کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔

رواداری کے جذبے کے تحت ہی اسلام نے اولاد کو شرک کی دعوت دینے والے مشرک والدین سے بھی اچھے سلوک کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشرک والدین کے بارے میں فرماتا ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔[7]

اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اس آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام حسنِ معاشرت کے دائرہ کار سے غیر مسلم والدین کو بھی خارج نہیں کرتا بلکہ ایک مسلمان کو اس

بات کا پابند کرتا ہے کہ اگر اس کے والدین ذمی بھی ہیں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔

سورۃ الدہر میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۔[8]

اور وہ اس کی محبت میں مساکین، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس آیت کے شان نزول کے وقت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس وقت قیدی صرف مشرک ہی ہوا کرتے تے اور یہ مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے کی بات کی جا رہی ہے۔

تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو یہ واقعہ یقیناً نظروں سے کسی طور پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ یہ عیسائیوں کی بھی عبادت کا وقت تھا۔ اس لیے وفد کے لوگ مسجد میں ہی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، صحابہ کرامؓ نے انہیں روکنا چاہا لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا اور ان لوگوں نے اپنے طریقے کے مطابق عبادت کی۔[9]

امام بخاری نے حدیث کی مشہور کتاب بخاری شریف میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں وہ واقعہ مذکور ہے کہ جب پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس آپ کے اہل و عیال نے نفقہ کے عوض رہن رکھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ چاہتے تو صاحبِ ثروت صحابہ کرامؓ سے بھی قرض لے سکتے تھے مگر صرف اپنی امت کو رواداری کی تعلیم دینے کے لیے اللہ کے نبی نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ غیر مسلموں سے متعلق اسلامی تعلیمات کا مکمل خیال رکھنا ہر مسلمان حکمران کی اولین ذمہ داری ہے۔ شریعت اسلامی غیر مسلم شہریوں کو حقوق دینے کے ساتھ ان کے تمام حقوق کے مکمل تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتی ہے۔ اسلام ایک الٰہی شریعت اور آسمانی قانون ہے جس کے کلمات میں تبدیلی کرنا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے اور اس کے قانون کو مکمل طور پر تسلیم کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۔[10]

اور کسی مسلمان مرد و عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی چیز کا فیصلہ فرمادیں تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کریں۔

یہ اسلامی معاشرے ہی کی ذمہ داری ہے کہ شریعت کے نفاذ کو یقینی بنائے اور تمام معاملات کو اسلامی قوانین کی روشنی میں حل کرے اور انہی قوانین میں سے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے قوانین بھی ہیں۔ ایک اسلامی معاشرے میں کسی بھی شخص کے ساتھ اسلامی قوانین کی رو سے زیادتی کرنا جائز نہیں چاہے مظلوم کا تعلق کسی بھی مذہبی اقلیت سے ہو، مظلوم کو شریعت اسلامی نے اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ داد رسی کے لیے اپنی شکایت مقامی حاکم کے پاس لے جائے اور حاکم کو مظلوم کی داد رسی کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔

تاریخ اسلام میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن میں خلیفہ وقت کے خلاف کوئی مدعی عدالت میں پیش ہوا اور وہ مدعی غیر مسلم ہونے کے

باوجود وقت کے خلیفہ کے مقابلے میں عدالتی فیصلہ میں فتح یاب ہوا اور خلیفہ وقت اپنے تمام تر اثر ورسوخ اور طاقت کے باوجود ایک کمزور شخص سے مقدمہ ہار گیا۔ ہمارے اس دعویٰ کا ایک بہت مضبوط ثبوت جناب علیؓ کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین خلیفہ وقت جناب علیؓ بن ابی طالب کی زرہ گر پڑی اور بعد میں وہ زرہ ایک عیسائی شخص کے پاس نظر آئی، اس نصرانی کا دعویٰ یہ تھا کہ اس زرہ کا مالک میں ہوں۔ یہ مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا۔ جناب علیؓ نے دعویٰ کیا کہ یہ زرہ میری ہے جو میں نے نہ تو کسی کو فروخت کی ہے نہ کسی کو تحفتاً دی ہے۔ جب کہ نصرانی کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ زرہ اس کی ہے۔ اس پر قاضی شریح نے جناب علیؓ سے پوچھا کہ اے امیر المومنین جو دعویٰ آپ کر رہے ہیں کیا آپ کے پاس اس دعویٰ کے حق میں کوئی ثبوت ہے۔ جس پر جناب علیؓ نے کہا کہ نہیں میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس پر قاضی شریح نے وقت کے خلیفہ کے خلاف حکم صادر کرتے ہوئے وہ زرہ ایک عیسائی کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔[11]

پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ نے اپنے طرزِ عمل سے ہر قدم پر امت کو غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی تلقین کی۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ نے بہت تکلیفیں برداشت کیں مگر اس سب کے باوجود اہل مکہ کو ان کے غرباء میں تقسیم کرنے کے لیے کچھ مال بھجوایا۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی گھرانے کو صدقہ دیا جو کہ اس گھرانے کو نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی دیا جاتا رہا۔ یہی رواداری کا سلوک حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنے دور خلافت میں بھی جاری رکھا۔ جناب عمر فاروقؓ نے ایک یہودی اور اس کے اہلِ خانہ کو بیت المال سے مستقل وظیفہ دینے کے احکامات جاری فرمائے[12] (۱۲) اور یہ شخص اہل کتاب کے مساکین میں سے تھا۔[13]

جناب عبداللہ بن عمرؓ اپنے غلام کو اپنے یہودی ہمسائے کو قربانی کا گوشت دینے کی نصیحت کرتے ہیں اور یہ نصیحت اتنی زیادہ دہراتے ہیں کہ غلام حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا سبب ہے کہ آپ اس یہودی ہمسائے کا اس قدر خیال رکھنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ اس پر ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل مجھے ہمسائے سے بھلائی کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے وراثت میں بھی حصہ دار بنا دیں۔ اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شریعت اسلامی معاشرتی حقوق کی ادائیگی کے لیے مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں کرتی بلکہ معاشرتی حقوق اور بنیادی انسانی حقوق میں سب انسان برابر ہیں۔ بڑی حد تک تمام غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک مسلم معاشرے میں مسلمانوں کو حاصل ہیں۔

روبرٹسن اپنی کتاب تاریخ چارلس پنجم میں لکھتے ہیں کہ مسلمان ہی وہ قوم ہیں جنہوں نے بیک وقت اپنی غیرت دینی کو بھی برقرار رکھا اور دوسرے ادیان کے پیروکاروں کے ساتھ رواداری کو بھی فروغ دیا اور انہوں نے تلوار پاس ہونے کے باوجود اسلام میں رغبت نہ رکھنے والوں کو اپنی دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی دی۔[14] اور ساتھ ساتھ ان کے تمام معاشی حقوق کا بھرپور تحفظ بھی اسلام نے کیا۔

جناب عمر فاروقؓ نے ایک ضعیف العمر یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا کہ اس ضعیف العمری میں کیوں بھیک مانگ رہے ہو، جس پر اس نے بتایا کہ میں اپنے خراب معاشی حالات کے سبب بھیک مانگنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس پر جناب عمر فاروقؓ نے بیت المال کے نگران کو حکم دیا کہ اس

شخص اوراس جیسے دوسرے اشخاص کابیت المال سے اتنا وظیفہ مقرر کردے جوان کے حالات درست کرنے کے لیے کافی ہو اور فرمایا اگر ہم ان لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں ان سے ہاتھ اٹھالیں تو یہ انصاف نہیں ہے۔[15]

شام سے واپس پر جناب عمر فاروقؓ کا گذر جذام میں مبتلا کچھ عیسائیوں پر ہوا تو آپ نے صدقات سے ان کی مدد اور مستقل خوراک جاری کرنے کا حکم جاری فرمایا۔[16]

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اسلام میں مسلمان اور غیر مسلم افراد معاشرہ کو مکمل طور پر یکساں کفالت کا حق حاصل ہے اور مسلم معاشرے میں حکمران کو کسی صورت یہ زیب نہیں دیتا کہ اس کی زیر نگرانی کوئی شخص بھوکا رہے یا علاج و معالجہ کی سہولیات سے محروم ہو، ان کی تکلیفوں کا فوری ازالہ مسلم حکمران کے فرائض میں شامل ہے اور ان حقوق میں کسی کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ترتیب المدارک میں مذکور ہے کہ قاضی اسماعیل بن اسحاق کے پاس عیسائی وزیر عبدون بن صاعد آیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ جس پر حاضرین کو تعجب ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں تعجب کیوں ہو رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ۔[17]

اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے لڑائی نہیں کی اور تم لوگوں اپنے گھروں سے نہیں نکالا۔

جبکہ یہ عیسائی وزیر مسلمانوں کی حاجت روائی بھی کرتا ہے اور ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان سفیر کے فرائض بھی سر انجام دیتا ہے اور یہ بھی ایک نیکی ہے۔[18]

اہلِ عانات کے ساتھ جناب خالد بن ولیدؓ نے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں واضح طور پر مذکور تھا کہ اوقات نماز کے سوا روز و شب میں جس وقت وہ چاہیں اپنی ناقوس بجا سکتے ہیں اور اپنے ایام عید میں صلیب بھی برآمد کر سکتے ہیں۔[19]

پیغمبر اسلام ﷺ نے غیر مسلموں سے تحائف بھی قبول فرمائے ہیں۔ ان کی دوستی کو یقینی بنانے کے لیے جنگ و امن میں ان سے مدد بھی طلب کی۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا، جس پر آپ کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک یہودی کا جنازہ تھا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہودی انسان نہیں ہیں۔

پیغمبر اسلام کی حدیث مبارکہ ہے کہ جس شخص نے ذمی کو اذیت پہنچائی میں اس کے خلاف فریق بنوں گا اور ایسے شخص کی میں روز قیامت مخالفت کروں گا۔ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو ذمی کو تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا اور جو مجھے تکلیف دے گا وہ اللہ کو تکلیف دے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے معاہد پر ظلم کیا، اس کے حق میں کمی کی یا اس سے کی طاقت سے زیادہ اسے کسی چیز کا مکلف بنایا

یا اس سے کوئی چیز چھین لی تو قیامت کے دین میں اس کی طرف سے مدعی بنوں گا۔[20]
رواداری کی نہایت ہی عمدہ مثال یہ حدیث ہے کہ جس میں مسلمانوں کے پیغمبر جناب محمد ﷺ خود فرما رہے ہیں کہ خبردار کوئی کسی غیر مسلم پر ظلم و ستم اور زیادتی نہ کرے، اگر کوئی مسلمان کسی ذمی غیر مسلم کے ساتھ ظلم و عداوت اور زیادتی معاملہ کرے گا تو چونکہ وہ ذمی اسلامی حکومت کی زیر نگرانی تھا اور پیغمبر اسلام نے خود سختی کے ساتھ ذمیوں کے حقوق کی نگہبانی کرنے کی تاکید کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں اس ظلم کرنے والے کے خلاف خود مدعی بنوں گا اور انصاف دلانے کے لیے اس ذمی کا مقدمہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہ اسلام غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ پر کتنا زیادہ زور دیتا ہے۔
تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام باہمی رواداری کا مذہب ہے۔ اسلام کی رواداری کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ اسلام مسلمان مردوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اہلِ کتاب کی غیر مسلم عورتوں سے اگر نکاح کرنا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ کا فرمان ہے:
وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔[21]
ایسے لوگوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے جنہیں کتاب عطا کی گئی اور تمہارا کھانا ایسے لوگوں کے لیے حلال ہے اور محصنات خواتین بھی تمہارے لیے حلال ہیں وہ اہل اسلام سے ہوں یا اہل کتاب سے ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم ان کے مہر ادا کرو۔
خاندان کی تشکیل ایک بہت اہم ذمہ داری ہوتی ہے اور اسلام اس معاملے میں اہل کتاب غیر مسلموں پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہے اور مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اس کے گھر کی نگران اور اس کی شریک حیات اور اس کے بچوں کی ماں ایک غیر مسلم خاتون ہو اور یہ بھی کہ اس کے بچوں کی خالہ اور ماموں کا تعلق اہل کتاب غیر مسلموں سے ہو۔ فقہائے کرام نے صراحت سے اس بات کو فقہ کی کتابوں میں درج کیا ہے کہ غیر مسلموں کی حفاظت اور ذمیوں پر ہونے والے ظلم کو روکنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بلکہ بعض فقہائے نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ غیر مسلم ذمی پر ظلم کرنے کا گناہ ایک مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ ہے۔[22] تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی یہ طریقہ جاری رہا کہ غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل رہی۔ پہلی صدی ہجری میں مصر میں کئی گرجا گھر تعمیر کیے گئے۔ حلوان شہر میں گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی اور یقیناً اس بات میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔[23] اسی طرح کوئی ایسا پیشہ نہیں تھا جس کے اختیار کرنے کی ذمیوں کو ممانعت ہو۔ شام کے اکثر بڑے طبیب نصرانی تھے۔[24] تجارت، صنعت و حرفت اور اپنے معاشی پیشے کو اختیار کرنے کی غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ فقہائے اسلام نے صراحتاً لکھا ہے کہ خرید و فروخت اور تجارت وغیرہ کے معاملات میں ذمی مسلمانوں ہی کی مانند ہیں۔ صرف سودی معاملات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لیے کہ مسلمان سودی کاروبار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اسلامی حکومت کے زیر نگرانی رہنے والے غیر مسلم سودی کاروبار نہیں کر سکتے اور وہ ان پر بھی مسلمانوں کی طرح حرام ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ بات واضح طور پر مترشح

ہوتی ہے کہ شریعت اسلامی میں ذمیوں کو تمام انسانی حقوق اور معاشی سہولیات میسر ہیں اور شریعت مسلمانوں کو اس بات کی سختی سے تاکید کرتی ہے کہ تمام مسلمان ذمیوں کے حقوق کا مکمل خیال رکھیں۔ کچھ غیر مسلم افراد کی جانب سے عامل خراج کے خلاف بغاوت ہوئی تو ایک عباسی حاکم نے سب ذمیوں کو جبل لبنان سے جلاوطن کر دیا۔ اس پر امام اوزاعی جو کہ اس وقت کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، انہوں نے اس حاکم کو ایک طویل مراسلہ لکھا جس میں مذکور تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔[25]

کوئی بھی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

تو تم چند لوگوں کے جرم کی سزا سب کو کیسے دے سکتے ہو۔ دوسری بات نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی غیر مسلم ذمی پر ظلم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ تمہارے غلام نہیں لہذا تمہارے لیے ان کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں بھیجنا حلال نہیں ہے بلکہ یہ لوگ آزاد ذمی ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ تمہارا یہ طرزِ عمل قطعاً غیر اسلامی ہے۔[26] خلیفہ ولید بن عبد الملک نے یوحنا کا کلیسا عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا۔ جب جناب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو عیسائیوں نے ان سے ولید کے رویے کی شکایت کی جس پر جناب عمر بن عبد العزیز نے وہاں کے عامل کو حکم دیا کہ عیسائیوں کو دوسری جگہ دی جائے لیکن اگر وہ نہ مانیں تو انہیں وہی جگہ دے دی جائے۔[27]

ان تمام باتوں سے یہ بات واضح پر طور پر مترشح ہو کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں بنیادی انسانی حقوق کے سلسلے میں مسلمان اور غیر مسلموں میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں یہی اصول کار فرما رہا۔ میثاقِ مدینہ ہو یا خلافت راشدہ یا اس کے بعد کے ادوار، حقیقت یہی ہے کہ غیر مسلموں کو تمام بنیادی حقوق حاصل رہے نہ اسلام قبول کرنے کے لیے کسی پر جبر تھا اور نہ کسی پر اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی پابندی تھی۔ تجارت ہو یا دیگر معاشی سہولیات، تمام مراعات غیر مسلموں کو اسی طرح سے حاصل تھیں جس طرح سے مسلمان شہری ان مراعات سے مستفید ہوتے تھے۔

حوالہ جات

[1] سورۃ البقرۃ، ۲۵۶

[2] ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم دار طیبۃ، مدینۃ منورہ، سعودی عرب، ۱۹۹۹م، ج: ۱، ص: ۶۸۲

[3] سورۃ یونس، ۹۹

[4] ابو جعفر، محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰م، ج: ۲۱، ص: ۴۴۹

[5] ابو جعفر، محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰م، ج: ۲، ص: ۴۵۰

[6] سورۃ المائدۃ، ۸

7 سورۃ لقمان، ۱۵

8 سورۃ الدہر، ۸

9 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲م، ص: ۴۱۵

10 سورۃ الاحزاب، ۳۶

11 ابن کثیر، اسماعیل بن عماد، البدایۃ النہایۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸م، ج: ۸، ص: ۵

12 سورۃ التوبۃ، ۶۰

13 امام ابو یوسف، الخراج، المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ، مصر، ۱۳۸۲ھ، ص: ۲۶

14 گستاف لوبون، حضارۃ العرب، دار احیاء الکتب العربی، قاہرہ، مصر، ۱۹۵۶م، ص: ۱۲۸

15 ابو یوسف، کتاب الخراج، ص: ۱۴۴

16 بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲م، ص: ۱۵۵

17 سورۃ الممتحنۃ، ۸

18 قاضی عیاض، ترتیب المدارک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸م، ج: ۱۱، ص: ۴۶۴

19 ابو یوسف، کتاب الخراج، ص: ۱۴۶

20 بیہقی، السنن الکبریٰ، ج: ۵، ص: ۲۰۵

21 سورۃ المائدۃ، ۵

22 ابن عابدین شامی، رد المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸م، ج: ۶، ص: ۲۱۰

23 علی الحسنی، الاسلام واہل الذمۃ، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۶۹م، ص: ۱۳۹

24 ایڈم متز، الحضارۃ الاسلامیۃ، مطبعۃ لجنۃ التالیف، قاہرہ، مصر، ۱۹۴۷م، ج: ۱۱، ص: ۵۲

25 سورۃ النجم، ۳۸

26 ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، مکتبۃ الاثریۃ، ۱۹۸۸م، ص: ۱۹۰

27 البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۴۶

References

1. Surah Al-Baqarah, 256
2. Abu Al-Fida Ismail bin Kathir, Interpretation of the Great Qur'an, Dar Taiba, Medina Munawwarah, Saudi Arabs, 1999 AD, vol. 1, p. 682.
3. Surah Yunus, 99
4. Abu Jaafar, Muhammad bin Jarir Tabari, History of Tabari, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, 1980 AD, vol. 21, p. 449.
5. Abu Jaafar, Muhammad bin Jarir Tabari, History of Tabari, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, 1980 AD, vol. 2, p. 450.
6. Surah Al-Ma'idah, 8
7. Surah Luqman, 15
8. Surat Al-Dhar, 8

9. Ibn Hisham, The Prophet's Biography, Dar Al-Fikr, Beirut, Lebanon, 1992 AD, p. 415.
10. Surah Al-Ahzab, 36
11. Ibn Kathir, Ismail bin Imad, The Beginning and the End, Arab Heritage Revival House, Beirut, Lebanon, 1988 AD, vol. 8, p. 5.
12. Surat Al-Tawbah, 60
13. Imam Abu Yusuf, Al-Kharaj, Salafi Press, Cairo, Egypt, 1382, p. 26.
14. Gustave Le Bon, Arab Civilization, Dar Revival of Arabic Books, Cairo. Egypt, 1956 AD, p. 128
15. Abu Yusuf, Kitab Al-Kharaj, p. 144
16. Baladhari, Ahmed bin Yahya, Futouh Al-Buldan, Dar Al-Fikr, Beirut, Lebanon, 1992 AD, p. 155.
17. Surah Al-Mumtahin, 8
18. Qadi Ayyad, Tartib al-Madarik, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, 1998, vol. 11, p. 464.
19. Abu Yusuf, Kitab Al-Kharaj, p. 146
20. Bayhaqi, Al-Sunan Al-Kubra, vol. 5, p. 205.
21. Surah Al-Ma'idah, 5
22. Ibn Abidin Shami, Rad al-Mukhtar, Dar Revival of Arab Heritage, Beirut, Lebanon. 1998 AD, vol. 6, p. 210
23. Ali Al-Hasani, Al-Islam and the People of Judgment, Maktabah Al-Ma'arif, Riyadh, 1969 AD, p. 139.
24. I am Meter, Islamic Civilization, the Press of the Author's Committee, Cairo, Egypt, 1947 AD, vol. 11, p. 52.
25. Surah Al-Najm, 38
26. Abu Ubaid, Qasim bin Salam, Book of Money, Antiquities Library, 1988 AD, p. 190
27. Al-Baladhuri, Futouh al-Buldan, p. 146